مذاہب میں ہم آہنگی کے پہلو پر "مذہبِ اسلام" کا بین التہذیبی وثقافتی کردار

محمد بلال، لیکچرار
این ای ڈی یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، کراچی

تاریخ شاہد ہے کہ مذہب اسلام نے اپنے کسی بھی دور میں عالم دنیا کے مختلف تہذیب وتمدن اور ثقافت وزبان کے مٹانے کی کوئی کوشش نہیں کی. بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ مذہب اسلام ہی نے مختلف تہذیب اور انکے ثقافت ہائے شعار کی حفاظت کا جو جوہر دکھلایا ہے، دنیا کی تاریخ میں کسی دوسرے مذہب کی ایسی مثال نہیں ملتی. چونکہ دنیا میں تہذیب وثقافت پر مباحث قائم کرنے کے لئے تقسیم انسانی کے مدارج اور انکے رنگ ونسل سے متعلق مطالعہ انتہائی ضروری ہے- اور خاص طور پر جب اس موضوع کو سیرتِ طیبہ کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو یہ بات قطعی محسوس ہوتی ہے کہ اوّل درجہ پر قرآنِ کریم جو عالم دنیا میں سب سے بڑی مستند کتاب مانی جاتی ہے، جسکے بعد دوسرے درجہ پر سیرت نبوی ﷺ پر کتب کا وہ نادر ذخیرہ دنیا میں موجود ہے، جن سے انسان کی نسلی تقسیم، تہذیب وتمدن اور ثقافتی پہلوؤں کو تلاش کیا جائے. یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیرت النبوی ﷺ پر لکھی جانے والی کتب کی تسانید کی اس سے بڑھ کر اور کیا وضاحت ہوسکتی ہے کہ مستشرقین نے بھی سیرت النبی ﷺ جیسے مقدس موضوع پر اپنے قلم توڑ ڈالے لیکن رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے پہلوؤں کا احاطہ کرنے میں لامتناہیت تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے- میرے نزدیک اسکی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن نے جو کچھ انسانیت پر کہا ہے اُتنا ہی عمل جناب محمد الرسول اللہ ﷺ نے بغرضِ تعلیم وتربیت اس دنیا کو عملی نمونہ کے طور پر عطاء کیا ہے. لہذا ہمارا ایمان ہے کہ جیسے قرآنِ کریم کی حفاظت اللہ تعالی نے اپنے ذمہ لی ہے اُسی طرح احادیث وسیرۃ کی کتب پر زمانے کی گرد وغبار بھی اُس کو مسخ نہ کرسکا، جس سے اس پہلو پر بھی اللہ تعالی ہی کی محافظت ثابت ہوتی ہے۔

تہذیب وثقافت کے حوالہ سے مذہب اسلام کا تشخص

تہذیب ہو یا ثقافت اسلام کی اپنی علیحدہ پہچان ہے، اسکا کلچر دنیا بھر میں تاریخی اعتبار سے اُتنا ہی پُرانا ہے جتنا

کہ انسان کی پیدائش، اور تہذیب وثقافت کی دنیاوی دوڑ میں اسلام کا کردار ہمیشہ سے 'مذہبی' ہی رہا ہے، جسکو اللہ تعالی نے محمد عربی ﷺ پر 'الیوم اکملت لکم دینکم' (۱) یعنی 'آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے'، کہہ کر مکمل فرمایا - اور اسکے معاشرے کی تہذیبی و ثقافتی حیثیت کو ایک ہی لفظ میں پرو دیا، جسے 'دین' کہتے ہیں، 'ان الدین عنداللہ الاسلام' (۲) یعنی (تمام ادیان میں) 'اللہ کے نزدیک جو مذہب اسلام ہے، وہی (تمہارا) دین ہے'. چنانچہ دین ایک ایسا بنیادی عنصر ہے جو مذہب اسلام کی ثقافت وتہذیب کو یکجا کر کے 'دین' کی شکل میں دنیا کے کینوس پر لا کھڑا کرتا ہے، جسکا ثمرہ امتیاز یہ ہے کہ دنیا کے دیگر معاشروں میں ثقافت اور تہذیب وتمدن کے معاملات کا کسی بھی مذہب سے متعلق ہونا لازمی شرط نہیں ہے گو اُن معاشروں میں مذاہب کی کوئی جھلک ہی کیوں نہ نظر آتی ہو- تمام نمایاں اسکالرز اس حوالے سے متفقہ رائے رکھتے ہیں کہ دنیا میں ایک علیحدہ اسلامی تہذیب موجود ہے-

اسلام ساتویں صدی عیسوی میں جزیرہ عرب میں ظہور میں آیا اور تیزی کے ساتھ شمالی افریقہ اور جزیرہ نمائے آئبیریا تک وسعت اختیار کر گیا. پھر بعد میں یہ وسطی ایشیاء، برصغیر اور جنوب مشرقی ایشیاء تک پھیل گیا! اسکا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ اسلام کے اندر بہت سی منفرد ثقافتیں اور ذیلی ثقافتیں (Sub-Cutlures) موجود ہیں، جن میں عرب، ترک، فارسی اور ملائی ثقافتیں شامل ہیں- (۳) لیکن اسکے باوجود یہ بات اپنی جگہ مسلّم ہے کہ اسلام نے کسی بھی مذہب سے ثقافتی یا تہذیبی رنگ حاصل نہیں کیا- جیسا کہ مستشرق منٹگمری نے اپنی تحریروں میں الزام لگانے کی سرزنش کی ہے، جسکی ایک مثال یہ ہے :

> کہیں دور نہ جائیں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام کی فوقیت وامتیاز اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ یہ محض یہود ونصاری ہی کے مذاہب سے اختراع شدہ تہذیب کی ایک نئی شاخ ہے۔

مذکورہ جملہ کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ مستشرق اپنے استشرق میں مستغرق اسلام کی تہذیب وثقافت کی حیثیت کو اپنے الفاظ سے زیر کرنے کے درپہ ہیں، جبکہ معاملہ اسکے بالکل برعکس ہے کہ اسلامی تہذیب وتمدن اور ثقافت کا دنیا کے معاشروں پر ایک معنی خیز اثر مرتب ہوا ہے، جسکے بیان کے لئے ایک لمبی بحث درکار ہے، لیکن اس مختصر مقالہ میں ہم کوشش کریں گے کہ یہ بات ثابت ہو سکے کہ محمدِ عربی ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کا دنیا میں 'دینِ کامل' ہونا تاریخی اعتبار سے ایک غیر معمولی کردار ہے، جو اپنی نہ ختم ہونے والی اور نہ تبدیل ہونے والی صلاحیت کے ساتھ جب اِس ملینیم صدی تک پہنچ گیا ہے تو یقیناً اسلام کے دعوے کے مطابق یہ ایک نہ مٹنے والی جہدِ مسلسل کی طرح دنیا کی تہذیب وثقافت پر اپنے اثرات کو تا قیامت مرتب کرتا رہے گا۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ جب قرآن وحدیث دونوں اللہ تعالی ہی کی محافظت میں ہیں، تو یہ کیسے ممکن

ہوسکتا ہے کہ اسلام کی تہذیب وثقافت پر اللہ کی نظر نہ ہو اور اغیار سے مستعار ثابت ہو- اسی طرح یہ پہلو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ جب اللہ تعالی نے اسلام کو دینِ فطرت فرمایا ہے، تو اُسکی تہذیب وثقافت کس طرح خلافِ فطرت ہوسکتی ہے. یہی وجہ ہے کہ موسیقی اور گانا بجانا اسلام میں منع ہے اور اغیار کی تہذیب وتمدّن میں پسندیدہ- تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسان اپنے برانگیختہ جذبات سے کوئی تہذیب وثقافت پیش نہیں کرسکتا، بلکہ ٹھنڈے اور سنجیدہ جذبات سے سے ترقی کی منازل طے کرتا ہے- کیونکہ گانا بجانے سے تو جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں اور انسان گناہوں کی معاشرت کو جنم دیتا ہے، جبکہ قرآن کی تلاوت سے جذبات نہ صرف ٹھنڈے بلکہ لوگوں کے دلوں کو طمانیتِ فطری حاصل ہوتی ہے، جو ایک صحتمند معاشرے کی تشکیل میں ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے.

تہذیب وثقافت کا ارتقائی پہلو

نوعِ انسان کی تاریخ تہذیبوں کی تاریخ ہے. نوعِ انسان کے ارتقاء کو کسی دوسرے زاوئے سے سوچنا بھی ممکن نہیں ہے. یہ کہانی تہذیبوں کی مختلف نسلوں کی احاطہ کرتی ہے. جو قدیم سومیری اور مصری تہذیب سے شروع ہوتی ہے اور کلاسیکی میسوامریکی، عیسائی اور اسلامی تہذیبوں تک آتی ہے. اسکے علاوہ چینی اور ہندو تہذیبیں بھی ماضی میں انسانوں کو وسیع ترین پہچان عطا کرتی رہی ہیں. (۵) اس بات سے پیشتر کہ تہذیب وثقافت پر مزید بحث کو آگے بڑہایا جائے، ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اسکے تعریفی پہلوؤں پر بھی ایک نظر ڈالی جائے، جس سے اسکے ارتقاء کا مقصد بھی پورا ہوتا نظر آئیگا. ثقافت، تہذیب، تمدّن، فلاحت، تربیت، ذہنی ترقی، ظہور انسانیت، اختیار آداب، رکھ رکھاؤ، یہ ایک مجموعی لفظ ہے جو معاشرت، تہذیب اور تمدّن کے لئے استعمال ہوتا ہے. اصطلاحی طور پر ثقافت، تہذیب اور تمدّن کے معنوں میں فرق ہے-

ثقافت کے اصطلاحی معنی انسانوں کے طریقِ زندگی کے ہیں، یعنی انسان کیونکر رہتے، ملتے جلتے، کھاتے پیتے، بولتے گاتے اور سلیقے سکھاتے ہیں، گویا مجموعی طور پر معاشرت کو ثقافت کا نام دیا جاتا ہے. انگریزی زبان میں اسکے لئے کلچر (Culture) کا لفظ استعمال ہوتا ہے. جسکے معنی ''ہل چلانا'' یا ''کھیتی باڑی کرنا'' کے ہیں. اصطلاح میں اسکے مفہوم میں ذہنی ترقی، اخلاق وآداب، تہذیب وتمدّن اور قومی خصوصیات شامل ہوجاتی ہیں یہ تمام کام اکتسابی ہوتے ہیں یعنی انسان خود سیکھ کر کرتا ہے. ان میں جبلّی اور فطری طور پر انجام پانے والے کام شامل نہیں- مثلاً بھوک جبلّی شئے ہے، اس لئے یہ ثقافت میں شامل نہیں. مگر اسے مٹانے کے لئے جو طریقے استعمال کئے جاتے ہیں، انہیں ثقافت میں شامل کیا جاتا ہے، ماہرین کہتے ہیں کہ ثقافت ماحول اور ضرورت کے تحت جنم لیتی اور پروان چڑھتی ہے. ثقافت ہر شخص کی ضرورت ہے اور ہر شخص ثقافت میں اپنا کردار ادا کرتا ہے-

تہذیب ثقافت کی ایک شاخ ہے، جس میں تحریر کا استعمال، شہروں کا وجود، سیاسی ردّ وبدل اور پیشہ ورانہ تخصص شامل ہے. جدید دور کے محققین نے ثقافت کی حدود میں مذہب، فلسفہ، آرٹ اور معاشرت کو شامل کیا ہے اور تہذیب میں ہر طرح کی تکنیکی علوم کو شامل کیا ہے. ثقافت کی طرح ہر شخص تہذیب میں اپنا کردار ادا نہیں کرتا اور یہ اُسکے لئے ضروری بھی نہیں. ثقافت کی ترقی میں تہذیب ایک اہم کردار ادا کرتی ہے. ثقافت تہذیب یافتہ بھی ہوسکتی ہے اور غیر تہذیب یافتہ بھی. مثلاً ہجری دور کی ثقافت ۳۰۰۰ ق م میں تہذیب یافتہ ہوچکی تھی، کیونکہ اس وقت تحریر اور شہر وجود میں آچکے تھے. (۶)

کسی تہذیب کی روشنی یا ظلمت دراصل نتیجہ ہوتی ہے اُسکے اصول وعقائد، اخلاقی اقدار اور سماجی اداروں کا- یہی وہ عناصر ترکیبی ہیں جنکے مجموعے کا نام تمدّن ہے. (۷) عناصرِ تہذیب دو عوامل کے پیدا کردہ ہوتے ہیں، ایک تو ماضی کے اثرات اور دوسرے اُس دور کے مخصوص حالات (۸). تاریخی اعتبار سے صیغۂ واحد میں اصطلاح ''تہذیب'' اور ''تہذیبیں'' میں نمایاں فرق ہے- ''تہذیب'' کا تصوّر فرانسیسی فلسفیوں نے اٹھارہویں صدی میں ''بربریت'' کے متضاد کے طور پر پیش کیا تھا. کوئی مہذب معاشرہ کسی قدیم معاشرے سے اس لئے مختلف ہوتا ہے کہ اسکے اندر نظم وضبط ہوتا ہے، یہ معاشرہ شہری ہوتا ہے اور اسکے افراد تعلیم یافتہ ہوتے ہیں. مہذب ہونا ''خیر'' تھا اور غیر مہذب ہونا ''شر''- تہذیب کے اس تصور نے ایک پیمانہ فراہم کردیا جسکی مدد سے معاشروں کو جانچا جاسکتا ہے. (۹) اسکے ساتھ ساتھ جمع کے صیغے میں لفظ ''تہذیبیں'' کو بھی لوگ استعمال کرتے رہے- اسکا مفہوم یہ تھا کہ ''کسی تہذیب کی تعریف ایک تصوّر بلکہ ایک مخصوص تصوّر کے طور پر نہ کرنا'' اور اس مفروضے کو رد کرنا کہ مہذب ہونے کا معیار صرف ایک ہی ہے جو کہ براڈل کے قول کے مطابق ''انسانی اشرافیہ'' پر ہی محیط ہے- یعنی تہذیب کا مطلب ہوا چند مراعات یافتہ افراد یا گروہ- تہذیب کے اس تصوّر کے بجائے بہت سی تہذیبوں کے وجود کو تسلیم کیا گیا- اور ہر تہذیب ''اپنے طور پر تہذیب یافتہ'' تھی- (۱۰) انیسویں صدی کے جرمن فلسفیوں نے تہذیب وثقافت کا فرق یوں واضح کیا تھا کہ تہذیب وہ ہوتی ہے جو میکانیات، ٹیکنالوجی اور مادی طاقت پر محیط ہوتی ہے، جبکہ ثقافت کسی معاشرے کی اقدار، آئیڈیلز اور اعلیٰ ترین فلسفیانہ، فنی اور اخلاقی صفات پر مشتمل ہوتی ہے. اس فرق کو جرمن فلسفیوں کے علاوہ کسی نے قبول نہیں کیا بلکہ چند بشریات کے ماہروں نے تو اس نسبت کو برعکس کردیا اور تہذیب وثقافت کا باہمی فرق اسطرح واضح کیا کہ ثقافت قدیم، جامد، غیر شہری معاشروں کی خصوصیت ہوتی ہے، اسکے برعکس پیشیدہ، ترقی یافتہ، شہری اور حرکت پذیر معاشرے ''تہذیب'' کہلاتے ہیں، تاہم تہذیب وثقافت میں باہمی فرق بیا کرنے کی کوششیں زیادہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئیں اور اس موضوع پر جرمن اور دوسرے فلسفیوں میں نقطہ نظر کا فرق ہے. تہذیب ہو یا ثقافت دونوں ہی افراد کے اجتماعی اندازِ زیست کی ترجمانی کرتی ہیں. کوئی تہذیب وسیع تناظر میں ثقافت ہی ہوتی ہے- تہذیب وثقافت میں ''اقدار'' معیارات، ادارے اور سوچ کی اقسام شامل ہوتی ہیں جن کو ایم معاشرے کی

کئی نسلیں مسلسل پہلی اہمیت دیتی چلی آتی ہیں.(۱۱)

تہذیب وثقافت اور مذہب میں ہم آہنگی کا پہلو

درجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تہذیب کی تمام تعریفوں میں ثقافت شامل ہے. تہذیب کی تعریف طے کرنے والے بنیادی ثقافتی عوامل وہی ہیں جنہیں ایتھنز کے لوگوں نے کلاسیکی صورت میں تخلیق کیا تھا خون، زبان، مذہب اور اندازِ زیست ایسی خصوصیات ہیں جو کہ تمام یونانی لوگوں میں مشترک تھیں اور انھیں اہلِ فارس اور دوسرے غیر یونانی لوگوں سے منفرد بناتی تھیں. تاہم تہذیب کی تعریف طے کرنے والے تمام معروضی عوامل میں مذہب سب سے زیادہ اہمیت کا حامل رہا ہے. انسانی تاریخ کی بڑی تہذیبیں اعلی ترین سطح پر دنیا کے عظیم ترین مذہبوں پر استوار تھیں. جو لوگ نسلی اور لسانی اعتبار سے ایک، مگر مذہب کے اعتبار سے الگ الگ ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کی گردنیں بھی کاٹ سکتے ہیں. جسطرح لبنان، سبق یوگوسلاویہ اور برصغیر میں رونما ہو چکا ہے. لوگوں کی نسل کے اعتبار سے تقسیم اور تہذیب کے اعتبار سے تقسیم میں مشابہت پائی جاتی ہے، اسکے باوجود نسل اور تہذیب مساوی نہیں ہوتی ہیں-ایک ہی نسل سے تعلق رکھنے والے افراد تہذیبی بنیادوں پر ایک دوسرے سے بہت زیادہ دور اور علیحدہ ہو سکتے ہیں، جب کہ ایک تہذیب مختلف نسلوں کے افراد کو ایک کر سکتی ہے. خاص طور پر بڑے تبلیغی مذاہب، عیسائیت اور اسلام نے مختلف نسلوں پر مشتمل معاشروں کا احاطہ کیا ہوا ہے. انسانوں کے مختلف گروہوں میں نمایاں اختلافات اُنکی جسمانی بناوٹ وار رنگت سے نہیں بلکہ اقدار، عقائد، اداروں اور معاشرتی ڈھانچوں کی بنیاد پر پیدا ہوتے ہیں.(۱۲)

قرآن کریم میں تہذیب وثقافت کا تصوّر

تہذیب وثقافت کا اعلیٰ ترین کردار تو خود 'حضرتِ انسان' ہے، جسکے لئے یہ کائنات تخلیق کی گئی ہے اور جسکو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے، تو یہ بات کس لئے اور کیونکر جھٹلائی جاسکتی ہے کہ انسان ہی کے نسلی وقبائلی تفریقات نے دنیا میں مذاہب کے اختلافات کے علاوہ تمدّنی وثقافتی تغیرات بھی جنم دیئے ہیں، جبکہ انسان کی اس کیفیت کو قرآنِ کریم نے تو زبانوں کے اختلاف وقبائل کی تفریق تک محدود رکھا ہے اور اُسکی صفات میں جو الفاظ تعلیم کیے ہیں وہ ناقابلِ تردید و تحدید ہیں-جیسا کہ فرمایا گیا:'' وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ''(۱۳) یعنی ہم نے تمہیں مختلف شعوب (گروہوں) اور قبائل (قبیلوں/خاندانوں) میں تقسیم کیا ہے، تا کہ تم ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرسکو۔

بالکل اسی طرح زبان کو بھی اہمیت دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ:'' **ومن آیاته خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم** ''(۱۴) اور اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے یہ بات ہے کہ اُس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا، اسی طرح تمہاری رنگتوں اور زبانوں کو مختلف بنایا. یہ دونوں آیات تہذیب وثقافت کے ایسے تصورات کی پرورش کرتی

ہیں جن میں ایک طرف تو اُن تمام اقدار کی جھلک موجود ہے جو ہمہ گیر انسانیت پر مبنی ہیں اور دوسری طرف قومی و وطنی خصوصیات کو اسمیں اسطرح سمو دیا گیا ہے کہ اُن دونوں میں دوری یا اختلاف باقی نہ رہے۔ اسلام کے نقطہ نظر سے ان دونوں کی حیثیت ایسے گل دستہ کی ہے جو ایک طرح کی اصولی وحدت کے باوجود اپنی آغوش میں نکہت و رنگ کی جزوئی خصوصیات لئے ہوئے ہے۔ (۱۵) مذکورہ آیات کے زمرے میں یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ آیا قرآن کا یہ فارمولا دنیا میں آفاقی تہذیب کا تصور مکمل طور پر پیش کر رہا ہے یا نہیں! اسکے لئے یہ مسئلہ قابلِ غور ہونا چاہیے کہ اگر ساری نوعِ انسان ایک مشترکہ آفاقی تہذیب کو مانتی ہیں تو ایسی صورت میں اہم ثقافتی گروہ بندیوں کو کیا نام دیا جائے۔ نوعِ انسان تو ضمنی گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ قبائل، قومیں اور وسیع تر ثقافتی وحدتیں عمومی طور پر تہذیبیں کہی جاتی ہیں۔ اگر تہذیب کی اصطلاح کو اعلیٰ ترین مگر محدود معنوں میں پوری نوعِ انسان کے لئے مشترک تسلیم کیا جائے تو اہم ثقافتی گروہ بندیوں کو نئے نام سے موسوم کرنا پڑے گا یا پھر یہ تصوّر کرنا ہوگا کہ ایسی بڑی گروہ بندیاں جو کہ ساری نوعِ انسان کا احاطہ نہیں کرتیں مٹ چکی ہیں۔ (۱۶) اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آفاقی تہذیب کا مفہوم ابھی ابہام میں ہی تھا کہ قرآن کریم نے ازخود یہ اصطلاح استعمال کی، جبکہ آفاقی تہذیب کی اصطلاح کا مفہوم یہ سامنے آیا ہے کہ اسکے ذریعے مختلف معاشروں میں مشترک باتوں کو واضح کر دیا جائے۔ مثال کے طور پر شہر اور تعلیم ایسی چیزیں ہیں جو اُن معاشروں کو قدیم وار وحشی معاشروں سے جُدا کرتی ہیں۔ یہ اس اصطلاح کا وہ مفہوم ہے جو اٹھارہویں صدی میں سامنے آیا تھا۔ (۱۷) اسکے یہ معنی ہوئے کے نہ صرف دنیا کی تواریخ میں سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب آفاقی تہذیب کی اصطلاح اس دنیا کو دینے سے قاصر رہے، لیکن اسلام ہی کا پرتو ہے، جو ۱۸ ویں صدی میں جبکہ اسلامی تعلیمات دنیا کے چپہ چپہ پر پھیل چکی تھیں، اسلام کی حقانیت کو سمجھتے ہوئے ان آفاقی تہذیب کی اصطلاح سامنے آسکیں۔

مذہب اسلام کا تہذیب وثقافت میں کردار

یہ ایک حقیقت ہے کہ قدرت نے جہاں آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو بہت سے امتیازات بخشے ہیں وہاں آپ ﷺ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ تاریخ کے روشن زمانہ میں مبعوث ہوئے، ایسے زمانہ میں جس کے واقعات اور حوادث آفتاب سے زیادہ روشن ہیں اور جنکی تخلیق کے ذرائع آج بھی کثرت سے موجود ہیں۔ آپ ﷺ پر خدا تعالیٰ کا بڑا فضل یہ ہے کہ آپؐ کے انقلابی وفکری کارناموں پر ''دیومالا'' (Mythology) کا رنگ نہیں چڑھ سکا، اور واقعات نے آگے چل کر خوش فہمیوں اور داستانوں کی راہ اختیار نہیں کی۔ (۱۸) اسی لئے کہا جاتا ہے کہ محمد ﷺ کی داستانِ حیات رستم وسہراب کا قصہ نہیں، الف لیلہ کے کی کہانی نہیں اور کسی خیال کردار کا افسانہ نہیں۔ اسکا مقام یہ ہرگز نہیں ہے کہ اُسے ہم علم وادب کی تفریحی چوپال کا محض ایک سرمایۂ رونق بنائیں۔ اسکی قدر و قیمت اجازت نہیں دیتی کہ ہم اُسے محض ذہنی لذت

حاصل کرنے کے لئے استعمال کریں، اسکا احترام روکتا ہے کہ ہم اُسے مجرد قومی تفاخر کے جذبہ کی تسکین کا ذریعہ بنائیں.(۱۹) چنانچہ حضورﷺ کی سیرت ہمارے اندر بجز اسکے کسی طرح جلوہ گر نہیں ہوسکتی کہ ہم اُسی نصب العین کے لئے ویسی ہی جدوجہد کرنے اٹھیں جس کے لیے حضورﷺ کی پوری زندگی کو ہم وقف پاتے ہیں، وہی جدوجہد اپنے ڈھب کی سیرت پیدا کرنے کا ذریعہ بھی ہوسکتی ہے اور مصرف بھی۔

مولانا مودودی صاحب نے اسلامی تہذیب اور اسکے مبادیات پر بہ احسن طریق قلم فرسائی کی ہے۔انہوں نے ثقافت اور تہذیب کو ہم معنی الفاظ قرار دیتے ہوئے تہذیب ہی کا لفظ استعمال کیا ہے۔انکے نزدیک علوم وآداب، فنونِ لطیفہ، صنائع بدائع، اطوارِ معاشرت، انداز تمدن اور طرزِ سیاست (جسے ہم نے ثقافت کا نام دیا ہے) تہذیب کے نتائج ومظاہر ہیں، جبکہ تہذیب کے عناصرِ ترکیبی:- ۱-تصورِ زندگی ۲-زندگی کا نصب العین ۳-بنیادی افکار وعقائد ۴-اخلاقی تربیت ۵-نظامِ اجتماعی ہیں. دینا کی ہر تہذیب انہی عناصر سے بنی ہوئی ہے. اس سے پہلے کہ ہم ثقافت کے وسیع وعریض مفہوم کا جائزہ لیتے ہوئے اسلامی ثقافت کا کھوج لگائیں، اسکا آغاز داعیٔ اسلام کی بعثت کے ساتھ ہی ہوتا ہے، ''لا الہ الا اللہ'' وہ بنیادی کلمہ ہے، جس پر اسلامی ثقافت، تہذیب اور تمدن کی عمارت استوار ہوتی ہے، جس کا سب سے پہلا اخلاقی مظہر ''السلام علیکم'' کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے.(۲۰)

بعثتِ نبویﷺ کے بعد تہذیب وثقافتِ اسلامی کا پھیلاؤ

اسلام کی بعثت دنیا پر اللہ رب العالمین کا سب سے بڑا احسان تھی جسکے نتیجہ میں اُسنے اُسے جملہ دینی ودنیوی برکتوں سے نوازا.ان میں سب سے عظیم برکت علم وحکمت کی نعمت تھی، جس سے بہرہ اندوز ہوکر اُس نے کائنات کا نقشہ ہی بدل ڈالا، اس دینِ مبین کے پیروؤں نے عرصہ قلیل میں ربع مسکون کے بڑے حصہ میں جو نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر بلکہ خلیج بنگال سے اقصائے مغرب تک پھیلا ہوا تھا، ایک عظیم الشان سلطنت قائم کرلی. بے شک یہ تاریخ کا ایک عظیم اعجوبہ ہے لیکن اس سے بھی عظیم تر اعجوبہ یہ ہے کہ وہ قوم جس کا امتیازی وصف اسلام لانے سے پہلے ''جہل'' تھا اور جو انتہائی غرور وتکبر سے کہتی تھی: الا لا یجھلن احد علینا فنجھل فوق جھل ابی ھلینا مشرف باسلام ہونے کے بعد زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ مشرق ومغرب کے علمی اندوختہ کی وارث وامین ہوگئی، جسکے بعد مال وزر کی اُسکی نظروں میں کوئی وقعت نہ رہی.(۲۱) اُدھر اسلام کے روشن ہونے کے وقت مغرب کی نمائندگی کلیسا کو حاصل تھی، اسکی تشویش گویا مغرب کی تشویش تھی. جہاں مسلم ثقافت نے مغرب کے لئے بیشمار مسائل کھڑے کئے، وہیں اُسے بھرپور انداز میں متاثر بھی کیا - اور اس نے مغرب کے لیے موجودہ ارتقائی منازل طے کرنے کی راہ ہموار کی- موجودہ مغربی ثقافت کا ہر گوشہ مسلم ثقافت کا مرہونِ منت ہے- مسلم ثقافت نے اُسے آزاد فکر اور غیر مستعار شعور عطا کیا. یہ فکر وشعور کلیسا کی نظر میں

بغاوت تھا. اسی لیے کلیسا مستقلا مسلم ثقافت کے اثرات سے برسرِ پیکار رہا. انہیں مغربی ذہن سے نکالنے کے لیے خود اپنے ہی معاشرے سے دست وگریباں ہوا- مغرب نے جب کلیسا کو اپنی راہ میں حائل دیکھا تو اُسے پرے دھکیل کر اپنی کوجودہ راہوں پر گامزن ہوا. (۲۲) یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں دنیا آج سے بہت کم تھی. نہ امریکہ کے دونوں براعظم دریافت ہوئے تھے. اور نہ آسٹریلیا سے لوگ واقف تھے. افریقہ کے بڑے حصّہ پر تاریکی کا تسلّط تھا. اور ایشیا و یورپ کے انتہائی شمالی علاقے بھی انسانی دسترس سے باہر تھے. البتہ عرب، چین، ہندوستان، وسطِ ایشایا، ایران، عراق، شام، مصر، مغرب اقصی، حبشہ، نیز جنوبی یورپ کے کچھ ممالک مثلاً یونان، اطالیہ، فرانس، اسپین اور وسطی وشمالی یورپ کے چند علاقے ایسے ضرور تھے جہاں آفتابِ تمدّن ضوفگن تھا مگر کہیں اُسکی روشنی تیز تھی اور کہیں بہت مدھم- اور خاص بات یہ ہے کہ اس روشنی اور چمک دمک کے سب جلوے دراصل ظاہری اور سطحی تھے، جن کی تہ میں تاریکی ہی تاریکی تھی اور اسی تاریکی میں انسان بھٹک رہا تھا. (۲۳) ان حالات میں سب سے زیادہ متاثرۃ علاقہ عرب کی سرزمین ہی تھی، جہاں رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی، جہاں آپ ﷺ نے ۱ھ میں (پہلی اسلامی) ریاست کو قائم فرمایا اور جو پھر کم وبیش دس سال کے قلیل عرصہ میں نشو وارتقاء کے مراحل طے کر کے تقریباً تمام عرب پر محیط ہوگئی. (۲۴) چنانچہ ایسے آڑے وقت میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت نے دنیا کو ایک ایسی جماعت کی قیادت عطا فرمائی جو آسمانی کتاب اور الٰہی شریعت وقانون رکھتی تھی، جسکا ہر قدم خدا کی بخشی ہوئی روشنی میں اُٹھتا تھا اور اُجالے میں پڑتا تھا، جو دنیا میں حق وانصاف کی علم بردار تھی، جو حکومت وقیادت کے منصب پر نبوت کی مستحکم اخلاقی تربیت اور دین کی مکمل تہذیب نفس کے بعد فائز ہوئی تھی. (۲۵)

دورِ نبوّت میں چند اہم ممالک کے تمدّن وحضارت پر ایک نظر

اب ہم دورِ نبوّت ﷺ میں جو ممالک تمدّن وحضارت جہانگیری وجہانبانی اور حکومت وسلطنت کے باب میں نہایت اہمیت رکھتے تھے اور جنکے پرچم اقتدار کے سائے میں دنیا کی مختلف قومیں آباد تھیں (۲۶) پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالیں گے، جس سے ہمیں وہاں کے تہذیب وثقافت کے چنداں عجائب میسر آسکیں گے جن پر واضح انداز میں اسلامی تشخص کو اپنے نقش کندا کرنے کی سعادتِ عظمی حاصل ہوئی.

روم

سلطنتِ رومہ کے احوال وظروف کا مطالعہ دراصل یورپ کا مطالعہ ہے اور نظری وعملی اعتبار سے جو خصوصیات عہدِ رومہ کی ہیں وہی خصوصیات قرونِ وسطی میں پورے یورپ کی ہیں. (۲۷) سلطنتِ رومہ کی تاریخ اگرچہ بہت طویل اور ایک بڑے عرصہ پر پھیلی ہوئی ہے اور اُسے ہم کئی ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں لیکن مختصراً یہ عرض کر دینا کافی ہے کہ رومی

شہنشاہیت کا آغاز دراصل جولیس سیزر (Julius Ceasar) سے ہوتا ہے۔(۲۸) رومی سلطنت برابر انتشار سے دوچار ہوتی رہی اور پیہم خارجی حملوں کو سہتی رہی یہاں تک کہ جب ۳۰۶ء میں ''قسطنطین اعظم'' قیصر ہوا تو گویا سلطنت میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اسنے رومی سلطنت کی ازسرِ نو تنظیم کی اور اُسے متحد کیا۔(۲۹) یونانی زبان کو دفتری زبان قرار دیا۔ (۳۰) عیسائیت کو خود بھی اپنایا اور قانونی طور پر اسکو سلطنت کا مذہب بھی قرار دیا۔(۳۱) آخرِ کار چھٹی صدی عیسوی کے خاتمہ پر (یعنی رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت سے چند سال بعد) روم بقول گبن زوال کے پست ترین نقطہ تک پہنچ گیا تھا۔(۳۲) اب جہاں تک سلطنت کے نظریہ، تخیل اور نظام وغیرہ کا تعلق ہے تو اصولی طور پر مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ:

(الف) سلطنت روما کا اصل الاصول ''بادشاہت'' تھا۔(۳۳)

(ب) سلطنت روما کا تخیل اگرچہ ''بہبود عامہ'' کے اصول پر مبنی تھا لیکن یہ اصول خیال سے نکل کر عمل میں بہت کم آتا تھا۔ اسکے تخیل میں یونانی اثرات بھی کارفرما نظر آتے ہیں۔(۳۴)

(ج) رومی شہنشاہ کو کلیسا (Church) کی حمایت حاصل تھی۔(۳۵) چنانچہ (پوپ) گریگری کی پیشوائی مذہبی کے وقت ۵۹۰ء تا ۶۰۴ء سے معقول حد تک پاپائیت کے تغیر کا اظہار ہو جاتا ہے۔(۳۶) ادھر مشرق میں مسلمانوں کے فاتحانہ حملوں کا شمول ہو گیا تو شہر روم کے بارے میں شہنشاہی دربار کی دلچسپی اور اُسکا اثر برائے نام رہ گیا۔ قدیم وجدید روم کے تعلقات کے ٹوٹنے میں کلیسائی اسباب نے مدد دی۔(۳۷)

مصر

مصر کی تاریخ اگرچہ بہت قدیم ہے لیکن ملکۂ قلوپطرہ کے انتقال (۳۰ ق م) کے بعد سے آغازِ اسلام تک مصر کی حیثیت سلطنت روما کے ایک صوبہ کی رہی۔ یہی صورت رسول اللہ ﷺ کی ولادت اور بعثت کے وقت تھی۔ قیصرِ روم کی طرف سے مقرر کردہ مصر کا گورنر اسکندریہ میں رہتا تھا۔ مقوقس بھی مصر کا گورنر ہی تھا، جسے رسول اللہ ﷺ نے نامۂ مبارک بھیجا تھا۔ حبشہ بھی اُس وقت سلطنتِ روما کے زیرِ اثر تھا، پہلی صدی عیسوی میں جب یمن میں حمیر خاندان کی حکومت قائم ہوئی تو حبشہ کے باشندوں نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا اور اکسوم کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ اُس وقت سے یہاں بھی عیسائیت کو قبول کر لیا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت اور بعثت کے وقت یہاں عیسائیت رائج تھی اور یہاں کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے۔ دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح اسپین کی سیاسی حالت بھی اس زمانے میں ابتر تھی۔ وہ رومی حکومت کے زوال کے بعد سے وحشی اقوام کی گزرگاہ بن گیا تھا یہاں پہلے گاتھ فرمانروا ہوئے پھر ونڈال آئے اور پھر دوبارہ گاتھ قوم حکمران ہوئی۔ گاتھ قوم کا سیاسی نظام شاہی کونسل اور مذہبی کونسل کے اشتراک سے روبہ عمل آیا۔ راہب اور پادری ہر وقت اپنے اپنے اقتدار کی فکر میں رہتے تھے۔ سیاسی رسہ کشی اور معیشت و معاشرت میں ابتری عام تھی۔(۳۸) باقی یورپ تمدن

سے قطعاً نا آشنا تھا۔ وحشی اور غیر مہذب قبائل براعظم کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے تھے۔ اب جہاں تک مشرق اور وسط ایشیا کی دوسری قوموں کا تعلق ہے تو اُنکا حال بُرا تھا۔ نہ کوئی علمی دولت اُنکے پاس تھی، نہ کوئی نظام سیاست انکے ہاں موجود تھا۔ فی الحقیقت یہ قومیں (مغل، تُرک اور جاپانی وغیرہ) اپنے عبوری دور میں تھیں۔ جاھلانہ بت پرستی سے نکل کر تمدن کی طرف آ رہی تھیں اور چند قومیں ایسی بھی تھیں جو اُس وقت تک شہریت اور زندگی کی ابتدائی منزل میں تھیں اور عقلی وتمدنی حیثیت سے اُنکا دور طفولیت تھا۔ اور وہ مغربی قومیں جو بالکل شمال ومغرب میں آباد تھیں جہالت وناخواندگی کا شکار اور خونی جنگوں سے زار ونزار تھیں اور جنگ و جہالت کی پیدا کی ہوئی تاریکی میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھیں۔ اُن ممالک میں اب تک علم وتمدن کی صبح نمودار نہ ہوئی تھی۔ (۳۹)

فارس

فارس اپنی قدامت تہذیب کے لحاظ سے دنیا کے اُن چند حصّوں میں شامل ہے جنکی تاریخ انتہائی قدیم اور طولانی ہے۔ (۴۰) فارس کئی سو سال قبل مسیح میں ہی رفعت وسربلندی حاصل کر چکا تھا اور وہ زمانہ جبکہ یونان میں افلاطون وارسطو کا طوطی بول رہا تھا۔ (۴۱) بہرصورت قدامت تہذیب اور قدامت حکومت دونوں کے اعتبار سے فارس کی بادشاہی، تاریخ سیاست کے نہایت اہم باب کی حیثیت رکھتی ہے۔ (۴۲) فارس میں شخصی، موروثی اور مطلق العنان شہنشاہیت کی روایت اپنے پورے التزام کے ساتھ جاری تھی۔ ایران کے حکمران جو اُس زمانے میں انسانی قیادت کے دعویدار تھے ایک پُرفریب اور مصنوعی زندگی گزار رہے تھے۔ اُنکے رؤسا، امراء اور وزراء کو لذح اندوزی کے سوا کسی بات کی فکر نہ تھی۔ عیاشی کی وہ انتہاء تھی کہ قیاس کام نہیں کرتا۔ تکلفاتِ زندگی تعیّشات اور سامان کی وہ بہتات تھی اور اسمیں ان باریکیوں اور نکتہ سنجیوں سے کام لیا جاتا تھا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اس بے پناہ عیاشی اور امورِ سلطنت سے غفلت کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ سازش، بغاوتیں اور خونریزیاں روز کا معمول بن گئیں اور بدامنی وبے چینی عام ہوگئی اور یُوں نظم مملکت روز بروز کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا گیا۔ (۴۳) سلطنتِ فارس کے اواخر عہد کا سب سے جلیل القدر حکمران، نوشیرواں تھا جس نے تقریباً ۴۷ سال تک ایک بڑے علاقے کو اپنی زیر نگیں رکھا اور اُسکی حکومت کے ختم ہونے میں ۷ سال باقی تھے کہ انسانیت کا آخری نجات دہندہ، دنیا کی ظلمتوں کو چیرتا ہوا اس عالمِ آب وگل میں تشریف لایا۔ نوشیرواں کا جانشیں ہرمز بنا پھر بارہ سال کے بعد تختِ فارس پر کسری پرویز نامی وہ آخری حوصلہ مند بادشاہ متمکن ہوا جسکی ۳۲ سالہ فرمانروائی کے بعد انحطاط وزوال سلطنت کی رفتار انتہائی تیز ہوگئی۔ اسی کسری پرویز کے دورِ حکومت میں آفتابِ رسالت طلوع ہوا۔ اسی کے عہد میں آنحضرت ﷺ نے مکّہ سے مدینہ ہجرت فرمائی اور اسی کے عہد میں ''ذی قار'' کا وہ فیصلہ کن واقعہ پیش آیا جس کے بعد عرب وعجم کے درمیان تفریق ہوگئی اور رسالت محمدی کے ایک ادنی سے مظاہرے نے سلطنتِ فارس کے عظیم سلسلہ حکومت کو فی الواقع منقرض ومنقطع

کر دی اور چند ہی برس میں فتوحاتِ اسلامی کا سیلاب ایرانی شوکت وسطوت کو خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔(۴۴)

ہندوستان

اپنے انتہائی قدیم زمانے سے قرونِ وسطی تک ہندوستان میں حاکمیت کا ایک ہی تصوّر ہمیشہ قائم رہا کہ راجہ ہی سیاسی تنظیم کا سربراہ، خدائی ارداہ کا مظہر، دیوتاؤں سے نسلی تعلق رکھنے والا اور اپنے ہم عصر فارسیوں کی طرح ہر قسم کی تنقید اور رائے زنی سے بالاتر ہوتا ہے۔ راجہ ہی تمام طاقتوں کا سرچشمہ اور دیوتاؤں کا محبوب ونائب ہے اسکا حکم قانون ہے اسکا دربار سب سے بڑی عدالت ہے اور اسکی ذات غلطیوں سے پاک ومنزّہ ہے، اخلاقیا کے گورکھ دھندوں سے دور محض سیاسی غلبہ کا حصول راجہ کا مقصود ہے جسکے ضمن میں ہر جائز وناجائز ذریعہ اختیار کر سکتا ہے، بہرصورت یہ بات طے ہے کہ ازمنہ قدیم سے ہندوستان میں عام طرز جہانبانی ''بادشاہت'' اور ملوکیت رہا ہے۔(۴۵) ہندوستانی معاشرہ میں مظاہر پرستی اور بت پرستی بنیادی حیثیت رکھتی تھیں، عوام کا مذاق ومزاج کسی ایسے مذہب کو قبول کرنے پر تیار ہی نہ ہوتا تھا جس میں بت پرستی نہ ہو۔ ہندوستان کی تاریخ میں چھٹی صدی عیسوی کا زمانہ معبودوں کی کثرت کا زمانہ ہے۔(۴۶)

چین

چین کی تہذیب اور اُس کا تمدّن اتنا قدیم ہے کہ صحیح معنوں میں اُسکے آغاز کا تعیّن اب تک نہیں ہوسکا۔ چین کے تاریخی دور کی ابتداء جسی کہ کہا جاتا ہے یاؤ (Yao) کے زمانے ۲۰۸۵ تا ۲۰۰۴ ق م سے ہوئی۔(۴۷) بہرحال عرصۂ دراز کے افتراق کے بعد ۵۸۹ء میں سوئی (SUI) خاندان سریرآرائے سلطنت ہوا۔ تو کچھ مدّت کے لئے ملک کے حالات سدھر گئے۔ اسکے باشندوں کو امن وامان میسر آیا اور ایک گونہ سیاسی اتحاد قائم ہونے کے علاوہ ملک کا وقار بھی بلند ہوا مگر ۶۱۸ء میں یعنی ہجرت نبوی سے چار سال پہلے سوئی خاندان کو تانگ خاندان کے لئے جگہ خالی کرنا پڑی۔ تانگ کا دور ۶۱۸ء سے ۹۰۶ء تک رہا۔ اس تفصیل سے یہ واضح ہے کہ حضور کی بعثت کے وقت چین میں سوئی خاندان مسندِ اقتدار پر فائز تھا اور تانگ خاندان نے اُس وقت زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی جبکہ رسول اللہ کی بعثت کو آٹھ سال ہو چکے تھے اور آپ ﷺ قریش کے معاشی ومعاشرتی مقاطعہ کا سامنا کر رہے تھے۔ تانگ کا دورِ حکومت بہت طویل رہا۔ اسکا دوسرا فرمانروا تائی شنگ (TAI TSUNG) تھا۔ اُس نے ۶۲۷ء سے ۶۴۹ء تک حکومت کی۔ اُسی کے زمانے میں حضور ﷺ نے رحلت فرمائی اور خود جب وہ مرا تو اُس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تختِ خلافت پر متمکّن تھے۔ بہرحال مجموعی طور پر یہ کہنا چاہے کہ خاندان تانگ سے چین کی سیاست میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ مزید برآں چین نے بت پرستی، کنفیوشس ازم اور بدھ مت کے عروج وزوال اور نسطوری ومانوی مذہب کے بعد اسلام کا جلوہ بھی اسی دور میں دیکھا۔(۴۸)

عرب

عرب کی تہذیب اور اسکی تاریخ اُتنی ہی پُرانی جتنی قدیم کہ اس خطہ ارضی پر انسانی آبادی کیونکہ اس خط کو امم سامیہ کا مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے. یہ علاقہ مدتِ مدید سے مختلف اقوام وملل کی آماجگاہ اور اُنکے عروج وزوال کا امین رہا ہے.(۴۹) عرب کا علاقہ ازمنۂ قدیم سے تہذیب وثقافت کا گہوارہ رہا ہے اور اپنے ثقافتی اثرات اُس نے دنیا کے دوسرے حصّوں تک منتقل کئے ہیں. اہل عرب ابتدائے عہد تاریخ سے تمدّن وحضارت اور اور حکومت وسلطنت سے واقف رہے ہیں.(۵۰) عرب میں اگرچہ ریاستوں کا وجود قدیم ہے لیکن کسی زمانے میں بھی کوئی ایک ہمہ گیر، ملک گیر اور متحدہ ریاست عرب میں قائم نہیں ہوسکی.(۵۱) ایّام جاہلیت میں ایک طرف تو عربوں کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں ممالک عراق اور شام میں قائم ہوگئی تھیں. اور دوسری طرف بعض عرب وادی مصر میں بھی جا کر تمام صحرائے افریقہ کے موروثی مالک بن گئے تھے(۵۲) انہیں میں ایک ریاست ''معان'' جسمیں بنو فاخرہ (بطن نفاشہ) کی ریاست تھی. اور جب اُن میں سے ایک شخص فروہ بن عمر بن الفاخرہ حکمران ہوا تو اسکے پاس رسول اللہ ﷺ نے اپنا نامۂ گرامی بھیجا تھا اسکے جواب میں اُس نے اپنے قبولِ اسلام کی اطلاع حضور ﷺ کی دی اور ایک سفید خچر بھی بطورِ ہدیہ ارسال کیا.(۵۳) یمن کی تاریخ انتہائی طویل اور قدیم ہے. مختصر یہ کہ یہ علاقہ بڑی بڑی تہذیبوں کا گہوارہ اور حکومت وسیاست کا مدتِ مدید تک مرکز رہا ہے.(۵۴) نجاشی نے قیصرروم کے اشارہ سے یمن پر فوج کشی کی اور بالآخر ۵۲۵ء میں یمن کو فتح کرلیا.(۵۵) یہ وہی نجاشی ہیں جب حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ آپ نبی علیہ السلام کا نامۂ نامی لیکر نجاشی کے پاس گئے تو انہوں نے آپ ﷺ کا نامۂ مبارک کو آنکھوں پر رکھا اور تخت سے اُتر کر نیچے بیٹھ گئے اور نہایت خوشی سے اسلام قبول کیا. اہل یمن تمدّن ومعاشرت اور حضارت ہر معاملہ میں عرب کے دوسرے تمام حصّوں سے بہت آگے تھے وہ محلات، مکانات، قلعے، محافد اور ہیکل کے مالک تھے. ریشم اور حریودیبا کے قیمتی ملبوسات اور میوہ جات، مرغن غذائیں اور سونے چاندی کے بیشمار اقسام کے ظروف استعمال کرنا اُنکے لئے غیر معمولی بات نہ تھی کہ وہ محض محاورتا نہیں بلکہ واقعتا سونے چاندی اور زر وجواہرات سے کھیلنے والے لوگ تھے.(۵۶) اِن سب سے زیادہ مشہور ومعروف، اہم اور منظم ترین مکہ کی شہری مملکت (City State) تھی. جسے حضور اکرم ﷺ کے جدّ امجد قصی بن کلاب نے مکّہ پر قبضہ کر کے ۴۴۰ء میں قائم کیا تھا. قصی بہت ہی جلد ایک مقبول حکمران بن گئے تھے حتیٰ کہ ابنِ سعد کے الفاظ میں ''جس طرح مذہب کی پیروی کی جاتی ہے، اہل مکّہ اسی طرح قصی کے حکم کی پیروی کرتے تھے اور زندگی تو زندگی مرجانے کے بعد بھی ان کے حکم پر عمل ہوتا تھا' بقصی نے مملکت کے نظم ونسق کو بہترین حالت میں رکھنے کے لئے مختلف محکموں کو قائم کیا. پھر قصی کے بعد امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اُن میں اضافہ ہوتا رہا. بہر حال مجموعی طور پر اگر اُن عہدوں کی فہرست مرتب کی جائے تو مندرجہ ذیل عہدوں کا پتا چلتا ہے:

۱- حجابہ (خانہ کعبہ کی دربانی) ۲- سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا)

۳- رفادہ (حاجیوں کے لئے کھانے کا انتظام اور مالی بندوبست) ۴- لواء (جھنڈا- جنگی عہدہ)

۵- ندوہ (اجتماع گاہ-مشورت گاہ) ۶- مشورہ (امورِ مہمہ میں مشورہ)

۷- قیادہ (جنگ میں لشکر کی قیادت) ۸- قبہ (شامیانہ-فوجی معسکر کا انتظام)

وغیرہا .....(۵۷) درجہ مذکورہ فہرست انتہائی اختصار کے ساتھ بطور تمثیل پیش کی گئی ہے، جو باوجود جاہلیت میں حد درجہ بڑھ جانے والے عربوں کے اپنے شعارِ تہذیب وتمدّن کی ایک اعلیٰ مثال ہے. تاریخ میں اس جیسی نظامت کا ذکر پچھلی تہذیبوں کے مقابلے میں شاذ ونادر ہی دستیاب ہوسکا ہو. جو کہ دینِ ابراھیمی پر تھوڑے، بہت قائم رہ سکنے والے بنی اسماعیل پر اللہ تعالیٰ کی رحمتِ غیر مترقبہ کی ایک نشانی تھی.

ثقافتی ورثہ علم وحکمت کی عالمی سطح پر نفوذ پزیری

مسلم ثقافت مختلف سمتوں سے تاجروں، سیاحوں، علماء، طلباء اور خصوصا ہسپانیہ اور سسلی کے عوام کے ذریعے مغرب پر اثر انداز ہونے لگی. مغرب میں مسلم ثقافت کے اثر ونفوذ کا اندازہ ان عربی الفاظ سے بخوبی ہوسکتا ہے جو لاطینی اور دیگر یورپی زبانوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں- سائنس (Science)، فلکیات (Astronomy)، ہندسہ (Geometry)، کیمیاء (Chemistry)، طب (Medicine)، عطاری (Pharmacy)، ٹیکنالوجی (Technology) اور فلسفہ (Philosophy) میں عربی الفاظ اور اصلاحات کی بکثرت موجودگی، اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ علمی اور ادبی سطح پر مسلم ثقافت نے بھرپور انداز میں مغرت کو متاثر کیا ہے. (۵۸)

زبان کے ذریعے ثقافتی پھیلاؤ

اسلام جہاں جہاں پہنچا عربی زبان بھی وہاں پہنچی- عربی اس قدر توانا اور ہمہ گیر زبان ثابت ہوئی کہ اُس نے مفتوحہ علاقوں کی مروّجہ زبانوں کے علوم کا صحت کے ساتھ احاطہ کر کے اُن زبانوں کو بیدخل کردی. ایران میں اُس نے فارسی کی جگہ سنبھالی- شام وفلسطین میں اُس نے سیریائی (Syriac) اور یونانی زبانوں کی جگہ لی- اسی طرح لاطینی مغرب میں جہاں جہاں اسلام پہنچا اُس نے لاطینی زبان کو بھی بیدخل کیا. فارسی کے علاوہ یہ تمام زبانیں عیسائیت کی علمی ومذہبی زبانیں تھیں. جبتک یہ زبانیں مروّج تھیں، یہاں کی ثقافت عیسائی ثقافت تھی. علم اُن زبانوں کے طفیل عیسائی رنگ میں رنگا ہوا تھا اُن زبانوں کے بیدخلی نے علم کے شعبے سے عیسائیت کی اجارہ داری ختم کردی- چند صدیوں میں یہاں سے عیسائی اعلیٰ تعلیم ناپید ہوگئی اور اُسکی جگہ نئی اعلیٰ تعلیم نے لے لی جو بنیادی طور پر اسلامی تھی اور اسکا ذریعہ تعلیم عربی زبان تھی. مختصر یہ کہ زبان کی تبدیلی نے ثقافتی ماحول تبدیل کرڈالا- عرب لٹریچر سے وابستگی اور لاطینی سے بیگانگی، مسلم ممالک کے عیسائیوں

میں بھی عام ہونے لگی، جوار باب کلیسا کے لیے ایک خطرہ بن گئی (۵۹). یہ حقیقت ہے کہ سب عرب ملکوں میں، عراق سے مراکش تک ایک بنیادی طور پر یکساں تحریری زبان موجود ہے عرب اقوام کے لیے بہت فکری اور عملی قدر و قیمت رکھتی ہے. یہ اُنکی قدیم ثقافتی یک جہتی اور زمانہ موجود میں اُنکی سیاسی وحدت کی علامت ہے اسطرح ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اس چیز کا پہلے سے گمان کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ کہیں بھی تحریری زبان کی جگہ کوئی مقامی بولی لے لے گی. آج کل جو عربی عام بول چال میں رائج ہے وہ بنیادی طور پر وسطی اور شمالی عرب کی قدیم بولیوں سے مشتق ہے عہد قدیم میں اگر چہ ان میں فرق ضرور کیا جاتا ہے لیکن بظاہر اُنکے درمیان بنیاد اختلافات نہ تھے. (۶۰) حجاز اور قریش مکہ کی بولی زمانہ جاہلیت کی بولیوں میں سے ایک تھی اِسے ترقی دے کر ایک ادبی زبان کا درجہ دے گیا لیکن زمانہ جاہلیت کے شاعرانہ محاورہ زبان میں دخل اندازی کیے بغیر نہیں، تاہم قدیم بولیاں باوجود اسکے باثر رہیں. (۶۱) اور اسکا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ دنیا میں آج صرف قرآنِ مجید ہی ایک ایسی آسمانی کتاب ہے، جو تصنیف و تالیف کے وقت سے لیکر آج تک اسی طرح محفوظ ہے کہ اسکے اعراب تک میں تبدیلی واقع نہیں ہوئی. (۶۲)

مسلم ثقافتی ورثہ علوم وفنون کے کارنامے

مغرب عہدِ وسطی میں علوم وفنون سے بے بہرہ تھا. لکھنا پڑھنا صرف کلیسا کا کام تھا. معاشرے کے دیگر طبقات کے لیے اسکی نہ اہمیّت تھی نہ ضرورت. محنت کش اس سے بیگانہ تھے اور فیوڈل لارڈ قلم کو اپنے شایانِ شان نہ سمجھتے تھے، جبکہ تمام عالم اسلام علم وفن کی روشنی میں دمک رہا تھا. مسلمانوں نے ساری دنیا سے علم وفن کے جواہر چن کر عربی کے خزانۂ علم میں جمع کر دیے تھے. مروّجہ علوم کی دیگر زبانوں سے عربی زبان میں منتقلی کا کام، ابتدائی عبّاسی دور (نویں صدی عیسوی) میں مکمّل ہو چکا تھا. منتقلی کے بعد انہیں جلا بخشنے اور ترقی دینے کا کام صدیوں جاری رہا. مسلم تہذیب وتمدّن میں ان علوم کا بڑا دخل تھا. کلیسا اُن علوم سے متنفّر اور خائف تھا، انہیں جزوِ اسلام تصوّر کر کے اس نے علوم کو شجرِ ممنوعہ قرار دے دیا تھا، ممانعت اور پابندی کے باوجود یہ علوم آہستہ آہستہ روشنی اور خوشبو کی طرح اسپین اور سسلی میں سرایت کرنے لگے. حتی کہ پروفیسر الفریڈ گیلاؤم (Afred Gulliaum) نے یہ دعوی کیا کہ موجودہ یورپ کا معاشرہ دراصل یہود کا مرہونِ منّت ہے، اور اس دعوے کی دلیل یہ پیش کی کہ اگر یہود صدیوں اسلامی علوم کا مغربی زبانوں میں ترجمہ نہ کرتے تو مغرب میں تیرہویں صدی کا احیائے علوم ہرگز ممکن نہ ہوتا. اور احیائے علوم کے بغیر نشاۃِ ثانیہ کا وجود بھی نہیں ہوتا. (۶۳)

الغرض مسلم علوم کے ثقافتی اثرات نے مغربی معاشرے کو آزادانہ غور وفکر کا راستہ دکھلایا- جبکہ کلیسا اسکی اجازت نہیں دیتا تھا. مغرب نے اُن ہی خطوط پر سوچنا شروع کر دیا، جن پر مسلمان سوچتے تھے. اسی فکری تبدیلی کی بدولت مغربی معاشرے میں ایک ایسی سرد جنگ پرورش پانے لگی جس نے بلآخر انقلابی شکل اختیار کر کے قومی ریاستوں کو جنم دیا اور

کیتھولک چرچ کو منقسم کیا. جس سے عیسائی چرچ کلیساؤں میں بٹ گیا. نہ نظریاتی عیسائی جمہوریہ رہی، نہ ہی یونیورسل چرچ باقی رہا. دوہرے اقتدار کا خاتمہ ہوا. چرچ ریاست سے دست بردار ہوکر گرجا کی چار دیواری میں پناہ گزیں ہوا، اور چرچ سے تعلق فرد کا انفرادی معاملہ بن گیا. (۶۴)

مغرب پر مسلم ثقافتی آداب واخلاق اور آرائش وزیبائش کے اثرات

ہسپانوی مؤرخ اے، کاسترو (A. Castro) نے بڑی تفصیل سے اپنے ملک پر مسلم اثرات کی نشاندہی کی ہے. اُسکے مطابق عوامی حمام سے لیکر غسلِ میّت، عورتوں کے نقاب سے لیکر فرش وقالین پر نشست کے آداب، شہسواری کی شائستہ روایات سے لیکر مہمان نوازی اور اپنے گھر کو مہمان کے حوالے کردینے تک، خود بھوکا رہ کر اوروں کو کھلانے، دست بوسی کا اندازِ سوال، انکار کی صورت میں معذرت کے آداب، یہاں تک کہ مسلم لباس خصوصاً زنانہ لباس سے شدید رغبت، یہ سب کے سب وہ طور طریقے ہیں جو بلاشک وشبہ اسلامی ثقافت سے اخذ کئے گئے ہیں تھے اور ہسپانوی عیسائیوں میں مسلمانوں کے بعد عرصے تک قائم رہے. (۶۵) صنعت وحرفت کے خاتمے نے مغرب کو مجبور کردیا کہ وہ آرائش وزیبائش کے لیے مسلم ممالک سے ضروری اشیاء حاصل کرے. ان اشیاء میں قالین اور کپڑے سرِفہرست تھے. عہدِ وسطیٰ میں قالین اس قدر مقبول تھا کہ سفراء قالینوں کو بادشاہوں اور پادریوں کی خدمت میں تحفتاً پیش کرتے تھے. شاہی درباروں سے لیکر گرجا گھروں کی مقدس قربان گاہیں تک قالینوں سے مزیّن ہوتی تھیں. یورپ کا قدیم ترین قالین پندرہویں صدی عیسوی کا وہ قالین ہے جو شمالی سویڈن کے دیہات مارلی کے گرجا گھر میں ہے. (۶۶) شاہی اور مذہبی تقاریب میں استعمال ہونے والے لباسِ فاخرہ نہ صرف مسلم ممالک کے تیار کردہ ہوتے تھے بلکہ مسلم ثقافت کے غماز بھی ہوتے تھے. مقدس رومن ایمپائر (Holy Roman Empire) کے شہنشاہ تخت نشینی کے وقت ایک روائتی عبا زیبِ تن کرتے تھے، یہ 'عبا' سسلی کے حکمراں راجر ثانی کے لیے ۱۱۳۳ء پلرمو میں بنائی گئی تھی. اسے تخت نشینی کے موقع پر زیبِ تن کرنے کا رواج ۱۸۰۶ء تک جاری رہا- اسپر ایک شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی جو ایک اونٹ کو پھاڑ رہا تھا، (دیکھایا گیا تھا)، اسکا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اُس 'عبا' کا پورا حاشیہ عربی خطاطی سے مزیّن تھا. اسی طرح جرمن شہنشاہوں کی عبائے شاہی بھی عربی خطاطی سے مزیّن ہوتی تھی. (۶۷)

خلاصہ بحث

مذکورہ تفصیلی بحث سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ثقافتِ اسلامیہ کے اجراء کا وقت، یہ وہ دور تھا جب یورپ وحشت، بربریت اور جہالت میں ڈوبا ہوا تھا، اور ایشیاء، افریقہ کی ثقافت وتمدّن میں تہذیب کا شائبہ تک نہ تھا. یورپ کا تمدّن بھی غیر مہذب اور ثقافت بھی غیر مہذب تھی. اس وقت اسلام کی روشنی عرب سے نکلی جس کی تہذیب نے پوری دنیا کو

راہِ ہدایت دکھائی. اسلام وہ پہلا دین ہے، جس نے مذہب کی صحیح حدود متعین کیں. اسے ذاتی ذوق سے نکال کر اجتماعی مقام عطا کیا، فلسفے کو ایک نیا موڑ بخشا، تمام علوم وفنون کو یکجا کیا اور انسانی تہذیب ومعاشرت کو یک لخت بدل کر رکھ دیا. اگرچہ تکنیکی علوم میں مسلمانوں نے جدید یورپ کی سی ترقی نہیں کی لیکن بغداد اور اُندلس کے مراکز علوم وفنون کی بیشتر مثالیں، تکنیکی علوم میں مسلمانوں کے ذوق وشوق کا اظہار کرتی ہیں. اسلام نے مسلمانوں کے طریق زندگی میں اس حد تک تبدیلی پیدا کردی کہ آج بھی مختلف مقامی ثقافتوں کے باوجود مجموعی طور پر اسلامی ثقافت ایک ہی ہے جسکا آغاز کلمۂ طیبہ سے ہوتا ہے تو انجام صفائی (یعنی باطنی وجسمانی طہارت) پر. (۶۸) چنانچہ حاصل کلام یہ ہے کہ اعمالِ صالح میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عمل پسندیدہ اور قابلِ اجر وثواب ہوگا جو عین رسول اللہ ﷺ کی سنّت کی نہج پر کیا جائے گا. اور اسی طرح جب خطبۂ حجۃ الودع کے موقع پر جب نبی علیہ السّلام نے لوگوں کی جانب قرآن وسنّت چھوڑ کر جانے اور اُسکو مضبوطی سے پکڑنے والے کے لئے مرتے دم تک گمراہ نہ ہونے کی وعید سُنائی تھی، تو یہ عمل دراصل اسلامی تہذیب وثقافت کے دائرے ہی میں رہ کر انسان کی نجات، اجر وثواب اور دنیوی واُخروی کامیابی کا ضامن ٹھہرایا گیا تھا- کیونکہ اغیار کی تہذیب وثقافت اور تمدّن محض دنیا کی چکاچوند روشنی ہے، جسکے مٹتے ہی ظلمت وگمراہی کا اندھیرا چھا جائیگا، جو انسانیت کی تباہی کا سبب بنے گا. اور یہ بات تاریخ میں بیشتر مرتبہ مشاہدہ میں آچکی ہے کہ اُنکی کثر المقدار تہذیبوں کی تحریکیں زمانہ کی گرد وغبار سے مسخ ہوچکی ہیں. جو کچھ بچا ہے، وہ لادینیت کا کھوکھلا نشان ہے، جسکا ایک ثبوت یہ ہے کہ موجودہ تہذیب وثقافت، جسے جدیدیت کا نام دیا جاتا ہے، انسان کی بقاء وترقی اور امن وامان کی فضاء دنیا میں کیوں پیدا نہیں کر پارہی ہیں، جبکہ اس تہذیب وثقافت میں ملوّث اقوام کی مزاجی برانگیختہ پن، انسانیت پر خودکش حملوں کی صورت میں معصوم جانوں کا خون اپنے سر پر لئے جارہی ہیں. یہ ہی وجہ ہے کہ اغیار کی تہذیبیں ہوں یا ثقافت، وہ نبی علیہ السّلام کی سیرت طیبہ سے ہم آہنگ ہونے کا خود کوئی ارادہ نہیں رکھتیں، بلکہ آپ ﷺ کی سیرت پر عمل کو بنیاد پرستی کا نام دیے کر خود اپنی کم ظرفی وتنگ نظری (Conservativness) کا مظاہرہ کرتی نظر آتی ہیں. ایسی صورت میں اُنکے لئے یہ ہی مشورہ کافی ہے کہ اگر وہ صرف خطبۂ حجۃ الودع کو دنیا میں انسانی فلاح کا گلوبل قانون (Global Law) مان لیں تو دنیا کے ہر انسان کو اُسی طرح تحفظ وامان نصیب ہوگا جیسا کہ مکّہ والوں کو ابوسفیان کے گھر یا بیت اللہ میں نصیب ہوا تھا. جسکے بعد کی مکّہ اور مدینہ ہی تہذیب دنیا بھر کے لئے ثقافت وتہذیب اور تمدّن کی اعلیٰ مثال بن گیا. وگرنہ ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسانی تباہی کا پیش خیمہ اغیار کی وہ ہی تہذیب وثقافت تھی جس کے بداثرات کے نتائج دیکھتے ہوئے علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا تھا:

؎ یہ تہذیب خود ہی اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

☆☆☆

مصادرومراجع

(۱) سورۃ المائدہ:۳

(۲) سورۃ آل عمران:۱۹

(۳) ہنٹنگٹن، سیموئل پی، تہذیبوں کا تصادم-تلخیص وترجمہ طاہر، عبدالمجید-نگارشات ،مزنگ لاہور-۲۰۰۵ء/ص:۳۷

(۴) Watt, Montgomery W; Islam and the Integration of Society, Routiege & Kegan Paul-London-1961/P-31

(۵) ہنٹنگٹن، سیموئل پی، تہذیبوں کا تصادم-تلخیص وترجمہ-طاہر، عبدالمجید-نگارشات، مزنگ لاہور-۲۰۰۵ء/ص:۳۰

(۶) اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مدیر محمود، سیّد قاسم ، شاہکار بک فاؤنڈیشن ، حاجی بلڈنگ حسن علی آفندی روڈ، کراچی ، س ن/ص:۵۶۹-۵۷۰

(۷) احمد، خورشید پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی. جولائی ۱۹۶۸ء/ص:۶۱

(۸) ایضاً/ص:۶۲

(۹) ہنٹنگٹن، سیموئل پی ،، تہذیبوں کا تصادم-تلخیص وترجمہ طاہر، عبدالمجید-نگارشات ،مزنگ لاہور-۲۰۰۵ء/ص:۳۰

(۱۰) ایضاً/ص:۳۰-۳۱

(۱۱) ایضاً/ص:۳۱

(۱۲) ایضاً/ص:۳۲-۳۳

(۱۳) سورۃ الحجرات-۱۳

(۱۴) سورۃ الروم-۲۲

(۱۵) بلوچ، عبدالخالق سہریانی، پروفیسر-اسلامی ریاست میں علاقائی حقوق کا تصوّر-مکتبہ اصلاحِ ملّت ، کندھ کوٹ ضلع جیکب آباد، سکھر- ۱۹۹۰ء/ص:۱۰۲

(۱۶) ہنٹنگٹن، سیموئل پی، تہذیبوں کا تصادم-تلخیص وترجمہ طاہر، عبدالمجید-نگارشات ،مزنگ لاہور-۲۰۰۵ء/ص:۴۷

(۱۷) ایضاً/ص:۴۸

(۱۸) عبداللہ، ابواحمد-تخلیق عالم کا پسِ منظر-گوجرانوالہ دارالعلوم نعمانیہ-۱۳۷۹ھ/ص:۲۰۱

(۱۹) ایضاً/ص:۲۴۵

(۲۰) اسلامی انسائیکلوپیڈیا-ناشر(محمود، سیّد قاسم)-شاہکار بک فاؤنڈیشن، حاجی بلڈنگ حسن علی آفندی روڈ-کراچی ۱۹۸۴ء/ص:۵۷۰

(۲۱) غوری، شبیر احمد خان وانصاری رضاء اللہ-علم وتہذیب کی ترقی میں معارف محمدی کا حصہ، بحوالہ نقوش رسول نمبر-ادارۃ فروغ اردو-لاہور-جلد ہشتم، شمارہ نمبر۱۳۰-جنوری ۱۹۸۴ء/ص:۵۱۸

(۲۲) جیلانی، عبدالقادر ڈاکٹر-اسلام پیغمبر اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر-بیت الحکمت، لاہور - ۲۰۰۵ء/ص:۱۱۳

(۲۳) نقوش رسول نمبر، بابِ اوّل بعثتِ نبوی کے وقت دنیا کا سیاسی نظام- جلد پنجم، شمارہ ۱۳۰- دسمبر ۱۹۸۳ء/ص: ۱۷

(۲۴) ایضاً/ص: ۱۷

(۲۵) ندوی، سید ابوالحسن علی مولانا، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، مطبوعہ مجلس نشریاتِ اسلام، ناظم آباد کراچی، ۱۹۷۹ء/ص: ۳۸۳

(۲۶) نقوش رسول نمبر، بابِ اوّل بعثتِ نبوی کے وقت دنیا کا سیاسی نظام- جلد پنجم، شمارہ ۱۳۰- دسمبر ۱۹۸۳ء/ص: ۱۷

(۲۷) ایضاً/ص: ۲۱

(۲۸) ایضاً/ص: ۱۸

(۲۹) ایضاً/ص: ۱۸

(۳۰) ایضاً/ص: ۱۸

(۳۱) ایضاً/ص: ۱۸

(۳۲) ایضاً/ص: ۱۹

(۳۳) ایضاً/ص: ۲۰

(۳۴) ایضاً/ص: ۲۰

(۳۵) ایضاً/ص: ۲۰

(۳۶) ایضاً/ص: ۲۰

(۳۷) ایضاً/ص: ۲۰

(۳۸) ایضاً/ص: ۳۰

(۳۹) ایضاً/ص: ۳۱

(۴۰) ایضاً/ص: ۲۲

(۴۱) ایضاً/ص: ۲۲

(۴۲) ایضاً/ص: ۲۲

(۴۳) ایضاً/ص: ۲۴

(۴۴) ایضاً/ص: ۲۵

(۴۵) ایضاً/ص: ۲۶

(۴۶) ایضاً/ص: ۲۸

(۴۷) ایضاً/ص: ۲۹

(۴۸) ایضاً/ص: ۲۹-۳۰

(۴۹) ایضاً/ص: ۳۱

(۵۰) ایضاً/ص: ۳۳

(۵۱) ایضاً/ص:۲۹-۳۱

(۵۲) فرانسیسی، موسیوسید-تاریخ عرب-ترجمہ: رامپوری، عبدالغفور خان- انصاری، محمد حلیم- ناشر بیت القرآن اولیپک پلازہ الکریم مارکیٹ اردو بازار-لاہور-س ن/ص:۱۲

(۵۳) نقوش رسول نمبر، باب اوّل بعثتِ نبوی کے وقت دنیا کا سیاسی نظام-جلد پنجم، شمارہ ۱۳۰-دسمبر ۱۹۸۳ء/ص:۳۴

(۵۴) ایضاً/ص:۳۴

(۵۵) ایضاً/ص:۳۶

(۵۶) ایضاً/ص:۳۷

(۵۷) ایضاً/ص:۳۸

(۵۸) جیلانی، عبدالقادر ڈاکٹر-اسلام پیغمبر اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر-بیت الحکمت، لاہور - ۲۰۰۵ء/ص:۱۱۴

(۵۹) ایضاً/ص:۱۱۳

(۶۰) اسلامی انسائیکلوپیڈیا-ناشر (محمود، سیّد قاسم)-شاہکار بک فاؤنڈیشن، حاجی بلڈنگ حسن علی آفندی روڈ، کراچی ۱۹۸۴ء/ص:۱۰۷۳

(۶۱) ایضاً/ص:۱۰۷۳

(۶۲) ایضاً/ص:۱۰۷۳

(۶۳) جیلانی، عبدالقادر ڈاکٹر-اسلام پیغمبر اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر-بیت الحکمت، لاہور - ۲۰۰۵ء/ص:۱۱۶

(۶۴) ایضاً/ص:۱۲۰

(۶۵) ایضاً/ص:۱۱۶

(۶۶) ایضاً/ص:۱۱۴

(۶۷) ایضاً/ص:۱۱۴

(۶۸) اسلامی انسائیکلوپیڈیا-ناشر (محمود، سیّد قاسم) -شاہکار بک فاؤنڈیشن ، حاجی بلڈنگ حسن علی آفندی روڈ- کراچی ۱۹۸۴ء/ص:۵۷۱